حضرت خالدؓ بن ولید

محترم ثروت صَولت

اسلام کے صدر اول میں ایران وروم پر عربوں کی لشکرکشی کا تذکرہ کرتے ہوئے ایچ جی ویلز نے اپنی مشہور ''تاریخ عالم'' میں لکھا ہے:

''اب جن فوجی مہموں کا آغاز ہوا، وہ تاریخ عالم کی شان دار ترین فوجی کارروائیوں میں سے تھیں۔ سر زمین عرب اچانک بہترین انسانوں کے باغ میں تبدیلی ہوگئی۔ان باصلاحیت اور جانباز سپہ سالاروں کے جھرمٹ میں خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام روشن ترین ستارے کی طرح سب سے نمایاں ہے، انہوں نے جہاں بھی فوج کی قیادت اپنے ہاتھ میں لی وہ کامیاب ہوئے۔''

حقیقت یہ ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فوجی کارنامے نہ صرف یہ کہ تاریخ اسلام میں بے مثال ہیں، بلکہ دنیا کی فوجی تاریخ کا زریں باب ہیں۔ان کے محیر العقول کارناموں نے اسی زمانے میں ایک طرح کی افسانوی حیثیت اختیار کرلی تھی اور مسلمانوں میں یہ عقیدہ راسخ ہوگیا تھا کہ خالد کبھی شکست نہیں کھا سکتے اور مسلمانوں کو فتوحات ان ہی کی بدولت حاصل رہی ہیں، اگر ہم یہ کہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پتلے کی تشکیل ہی جہادی خمیر سے ہوئی تھی تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام سے قبل قریش کے فوجی کیمپ کا انتظام اور سپہ سالاری ان ہی کے سپرد تھی۔اس ذمہ داری نے ان کو بہترین شہ سوار اور شمشیر زن بنادیا تھا اور جب احد کی جنگ ہوئی تو وہ کفار کے دستے کے قائد تھے۔اس جنگ میں کام یابی کے بعد جب مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہوگئے، حتیٰ کہ تیراندازوں کا وہ فوجی دستہ بھی نیچے اتر آیا جو ایک فوجی اہمیت کی پہاڑی پر تعینات تھا اور جس کو آں حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کردی تھی کہ وہاں سے کسی صورت نہ ہٹے۔تو خالد جیسا سپہ سالار، جو فوجی دماغ لے کر پیدا ہوا تھا، ایسی غلطی کو کب معاف کرنے والا تھا، چناں چہ کافروں کے سوار دستے نے خالد کی قیادت میں باگیں اٹھائیں اور پہاڑی پر قبضہ کرلیا۔ وہ فوجی چال تھی، جس نے جنگ کا نقشہ بدل دیا اور مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔اس واقعہ کے تقریباً چھ سال بعد حضرت خالد نے اسلام قبول کرلیا اوراس طرح وہ تلوار جواب تک کفر کی حمایت میں بلند ہورہی تھی، اب اسلام کی مدافعت میں استعمال ہونے لگی۔

جنگ موتہ:

عہد رسالت میں حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی معرکوں میں حصہ لیا،لیکن وہ معرکہ جس میں انہوں نے اپنی فوجی صلاحیت کا واضح ثبوت دیا جنگ موتہ ہے۔آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی سفیر کے قتل کا انتقام لینے کے لیے تین ہزار افراد پر مشتمل ایک فوج مدینہ سے والی بصریٰ کے خلاف بھیجی۔بصریٰ کی عرب ریاست رومیوں کے زیراثر تھی، جب اسلامی فوج منزل پر پہنچی تو وہاں رومی لشکر کمک کے لیے موجود تھا۔مورخین نے اس لشکر کی تعداد ڈیڑھ لاکھ بیان کی ہے، ممکن ہے یہ اندازہ غلط ہو،لیکن رومیوں کی تعداد کا دسواں حصہ بھی فرض کرلیا جائے تو وہ بھی مسلمانوں سے پانچ گنا زیادہ تھے، مسلمان جواب تک اپنے سے زیادہ تعداد رکھنے والی فوجوں کو شکست دیتے چلے آرہے تھے ان کے لیے یہ معرکہ بڑا سخت ثابت ہوا۔جنگ اتنی شدید تھی کہ مسلمان سپہ سالار حضرت زید، حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے شہید ہوگئے، ان تینوں کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حفظ ماتقدم کے طور پر پہلے ہی سے باری باری سرلشکر مقرر کردیا تھا۔

لیکن جب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے تو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر علم سنبھال لیا اور از خود لشکر کی قیادت شروع کردی، خالد کی یہ پہل فوجی نقطہ نظر سے بڑی اہمیت کی

حامل ہے کیوں کہ بے قائد کا لشکر جلد ہی ہمت ہار دیتا ہے۔ حضرت خالد نے ایسا نہیں ہونے دیا اور قیادت کا علم سنبھال کر سپہ سالاروں کی شہادت سے جو خلا ہو گیا تھا اسے پورا کر دیا۔ جنگ پوری شدت سے جاری رہی اور حضرت خالد بپھرے ہوئے شیر کی طرح دشمن کی صفیں الٹتے رہے، اس دن ان کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں اور اگر کوئی تلوار ہاتھ میں سلامت رہی تو وہ یمنی تلوار تھی۔

جنگ دن بھر جاری رہی اور بند اس وقت ہوئی جب رات کی تاریکی چھانے لگی۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مہلت کو غنیمت جانا اور نئی چال چلی۔ انہوں نے رات کی تاریکی میں اسلامی فوج کی ترتیب بدل دی تھی، صبح ہوئی تو دشمن یہ سمجھا کہ مسلمانوں کی مدد کے لیے تازہ دم فوج آ گئی۔ چناں چہ رومیوں نے حملے کا خطرہ مول نہیں لیا اور حضرت خالد اسلامی فوج کو بحفاظت مدینہ واپس لے آئے۔ یہ اتنا بڑا کارنامہ تھا کہ دربار رسالت سے حضرت خالد کو ''سیف اللہ'' یعنی اللہ کی تلوار کا خطاب ملا۔

جنگ عقرباء:

موتہ کی جنگ کے تین سال بعد آں حضرت ﷺ کی وفات پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے خلیفہ منتخب ہوتے ہیں۔ عہد صدیقی کا آغاز حضرت خالد کی فوجی زندگی کے عہد زریں کا آغاز بھی ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پھیلتے ہی عرب میں بغاوتیں اور شورشیں شروع ہو گئیں، ان بغاوتوں کو فرو کرنے میں سب سے نمایاں کردار حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادا کیا۔ سب سے شدید بغاوت یمامہ کی تھی، جہاں ایک شخص مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر کے لوگوں کی ایک کثیر تعداد اپنے گرد جمع کر لی تھی۔ مسیلمہ مدینہ سے بھیجے ہوئے ایک دستے کو شکست بھی دے چکا تھا۔ اب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد کو اس کی طرف روانہ کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مدینے سے یمامہ کی طرف جا رہے تھے تو ان کے ذہن میں بھی یہ خیال نہ آیا ہو گا کہ وہ اب چھ سال سے

پہلے مدینہ واپس نہیں آسکیں گے اور یہ کہ چھ سال کی اس مختصر مدت میں ان کو دنیا کی دو سب سے بڑی سلطنتوں سے جنگ کرنا ہوگی اور جب وہ واپس مدینہ آئیں گے تو تاریخ عالم کے ایک عظیم ترین سپہ سالار کی حیثیت سے بقائے دوام کے دربار میں جگہ پا چکے ہوں گے۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یمامہ پہنچے تو مسیلمہ 40 ہزار فوج کے ساتھ عقرباء کے میدان جنگ میں ان کے مقابلے میں صف آرا ہو گیا۔گھمسان کا رن پڑا اور جنگ لمحہ بہ لمحہ تیز تر ہوتی گئی،حضرت خالد نے جب دیکھا کہ دشمن کا زور کسی طرح کم نہیں ہو رہا تو انہوں نے فوج کی ترتیب بدل دی۔انہوں نے حکم دیا کہ ''ہر قبیلہ علیٰحدہ علیٰحدہ ہو جائے اور علیٰحدہ ہو کر ہی دشمن کا مقابلہ کرے،تا کہ یہ دیکھا جا سکے کہ کس قبیلے نے کیا کارہائے نمایاں انجام دیے۔''

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تدبیر سے مسلمانوں کے حملے کا زور بڑھ گیا،لیکن جب دشمن اس کے باوجود بھی میدان میں جما رہا تو حضرت خالد نے مسیلمہ کو گھیرے میں لینے کی کوشش کی اور اس کو اس حد تک دبایا کہ وہ پاس کے باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا۔لیکن مسلمانوں نے یہاں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا اور مسیلمہ بالآخر لڑتا ہوا مارا گیا۔اس کی موت اس کی فوج کے لیے شکست کا باعث ہوئی اور انہوں نے راہِ فرار اختیار کی۔حضرت خالد نے بھاگتے ہوئے دشمن کا سخت تعاقب کیا۔کہا جاتا ہے کہ عقرباء کی جنگ میں اکیس ہزار کافر و مرتد مارے گئے اور ان میں سات ہزار تعاقب میں ہلاک ہو گئے۔مسلمان شہداء کی تعداد ایک ہزار تھی،جن میں ایک بہت بڑی تعداد قرآن پاک کے حافظوں کی تھی،اب تک کسی جنگ میں نہ اتنی تعداد میں کافر مارے گئے اور نہ مسلمان شہید ہوئے۔

ایران کی مہم:

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی یمامہ ہی میں تھے کہ فرات کی وادی میں ایرانیوں اور عربوں میں جنگ

چھڑ گئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر ان کو عراق کا رخ کرنا پڑا، تا کہ وہ ایرانیوں کے خلاف کم تعداد میں عربوں کو کمک پہنچا سکیں۔ سلطنت ایران کے خلاف لشکر کشی سے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوجی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے۔ اب تک ان کا مقابلہ اپنے ہم قوم عربوں سے تھا جو اگرچہ اپنی صفات کے لحاظ سے جنگ جو اور دلیر تھے، مگر جنگی ساز وسامان اور جنگی تجربے کے لحاظ سے مسلمانوں پر کوئی خاص برتری نہیں رکھتے تھے۔ لیکن اب خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سابقہ سلطنت ایران سے تھا، جس کا شمار دنیا کی طاقت ور ترین حکومتوں میں ہوتا تھا اور جس کے پاس ہر قسم کا جنگی سامان وافر مقدار میں موجود تھا۔ ایرانی فوجی تربیت یافتہ سپاہی تھے اور ایرانی سپہ سالار ترکوں اور رومیوں کے خلاف طویل جنگوں کا تجربہ رکھتے تھے، لیکن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں ایران کی یہ کثیر تعداد فوجیں بھی عربوں ہی کی طرح بے بس ثابت ہوئیں۔

اس عبقری سپہ سالار نے سوا سال سے بھی کم مدت میں اُبلہ سے لے کر فراض تک سات سو میل کا طویل علاقہ، جو دریائے فرات کے مغرب میں تھا، ایران سے چھین لیا۔ انہوں نے یہاں شہروں اور قصبوں کے کامیاب محاصرے کیے اور ایران نے اپنے عرب حلیفوں کی حمایت میں جو بھی فوج بھیجی اسے شکست دی۔ ان لڑائیوں میں حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آٹھ ہزار سے زیادہ فوج کبھی نہیں رہی اور دشمن بارہا ایک لاکھ اور اس سے زیادہ فوج میدان جنگ میں لایا۔ حضرت خالد نے ایران کے خلاف تقریباً پندرہ جنگیں لڑیں اور ان میں کم سے کم پانچ جنگیں جنگ ذات السلاسل، جنگ ندار، جنگ کسکر، جنگ الیس اور جنگ فراض ایسی ہیں جن کو ہم بڑی اور سخت لڑائیوں میں شمار کر سکتے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایرانیوں کے خلاف پہلی بڑی جنگ موجودہ کویت کے قریب کاظمہ کے مقام پر لڑی۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مغربی عراق کے حاکم ہرمز کو پہلے ایک خط لکھا، جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ:

''یادرکھوتم کوایک ایسی قوم سے لڑنا پڑے گا، جوموت کی اتنی ہی آرزومند ہے،جتنی تم زندگی کی تمنار کھتے ہو۔''

ہرمز نے اسلام پر جنگ کو ترجیح دی، وہ میدان جنگ میں اس طرح آیا کہ اپنی فوج کے ایک حصہ کو زنجیروں سے جکڑ دیا،تا کہ میدانِ جنگ سے منھ نہ موڑنے پائے۔لیکن مسلمانوں نے اس آہنی زنجیر کے ٹکڑے کر دیے۔ایرانیوں نے شکست فاش کھائی اور ہرمز حضرت خالد کے ہاتھ سے مارا گیا۔ایرانیوں نے چوں کہ اس جنگ میں اپنے پیروں کوزنجیروں میں باندھ لیا تھا،اس لیے یہ جنگ ذات السلاسل یعنی زنجیروں والی جنگ کہلاتی ہے۔

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]